سالانہ قیمت ۲ روپے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۰

نور افشاں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۵۰	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۔ ۲۵ ۔ اگست [illegible]	نمبر ۳۴

غزل

مولینا مولوی نصیر الدین صاحب نصیر [illegible]

[illegible]

مسیح یا دنیا

از [illegible]

[illegible]

غزل

از نتائج طبع منشی حشمت اللہ حشمت [illegible]

[illegible]

کہ آپ اس کو پسند کرتے ہیں ورنہ آپ اس راہ پر نہ قدم رکھتے۔ ہر ایک وہی راہ خود پسند کرتا ہے۔ اگر آپ کسی دروازہ یا پھاٹک میں داخل ہونا چاہیں تو یہ کہنا ضروری نہیں کہ یہ میری رضا سے باہر ہے کیونکہ کوئی بات اس آدمی کے لئے مشکل نہیں جو ارادہ کرتا ہے اور پھر خواہ کچھ ہی ہو اپنے ارادہ کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ جو جس طرح کہتا ہے۔ داخل ہو تو وہ جانتا ہے کہ اگر تم چاہو۔ تو شیطان کو نہیں اور جسے اگر یاں کہہ سکتے ہو۔

دو دروازے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے ہیں۔ اچھے اور بُرے درخت یہ سب اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی باب کے اخیر میں ایک تمثیل ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھر ریت پر بنایا اور دوسرے نے چٹان پر۔ ہر ایک نے اپنا مصالح خود چنا اور اپنے اور دوسروں کے رہنے کی جگہ بنائی۔ ایک گھر آندھی کا مقابلہ نہ کر سکا۔ دوسرا قائم رہا۔ آپ نے کون سی راہ پسند کی ہے؟ آپ کون سے راستے پر چل رہے ہیں؟ ایک وہ رستہ ہے جو آدمی کو سیدھا مستقیم دکھائی دیتا ہے۔ مگر در اصل ہلاکت کو پہنچاتا ہے شیطان اس راستے کو خوبصورت اور دلچسپ بناتا ہے۔ مگر یہ محض دکھاوا ہے۔ یاد رہے شیطان دھوکے باز ہے۔

چھوٹی چھوٹی چیزوں سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ خوبصورت ہیں مگر زہر آلودہ۔ جب راستہ آسان اور کشادہ ہو تو احتیاط سے قدم رکھو

بعض آپ میں سے کہتے ہیں کہ ہم بہت تنگ دل ہوتے ہیں ہم ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ دنیا میں بعض چیزیں تنگ ہو کر ہی مفید ہو سکتی ہیں۔ چوڑا ہو کر نشتر مفید نہ ہوتا۔ صاف دل اور بے ریا لوگوں کے لئے خدا کی راہ خاص چوڑی ہے لیکن گنہگار کے واسطے وہ تنگ راستہ ہے۔ آپ گناہ کو اس راستہ پر نہیں لیجا سکتے

اپنا راستہ سمجھ سوچ کر اختیار کرو۔ اپنے مصاحبوں کو بغور دیکھو جب دو آدمی ہمخیال نہ ہوں ہمراہ نہیں ہو سکتے۔ بعضے اچھے بننا چاہتے ہیں بعضے بُرے۔ اچھے بُروں کے ہمرکاب نہیں ہو سکتے اور نہ ہی کوئی دو جہان پر ایک وقت چل سکتا ہے۔ تنگ یا کشادہ راہ اختیار کرنی پڑیگی۔ ریت یا چٹان پر اپنا گھر بنانا پڑیگا۔

اگر آپ پختہ عمارت بنا سکتے ہیں تو خام نہ بنائیں جب بقا کی چیزیں مل سکتی ہیں۔ تو فانی چیزوں کے پیچھے کیوں پڑیں جب آپ پاکیزہ پھلدار درخت پیدا کر سکتے ہیں تو زہریلے پودے کیوں لگائیں۔ اگر آپ آسمانی حکمت کی آزادی کرنے والی باتیں سن سکتے ہیں تو کیوں دنیا کی تباہ کن دانائی پر کان لگائیں جس حال سچائی سامنے ہو تو بطالت پر کیوں نظر دوڑائیں غلط باتوں پر زور دیں۔

اس دنیا کی چیزوں میں ایسے محو نہ ہو جاؤ کہ آسمان کی طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہ رہے۔ وقت کے ایسے شکار نہ بنو کہ ابدیت کا خیال ہی جاتا رہے۔ تنگ دروازہ سے داخل ہو۔

بعضے آپ میں سے کہینگے کہ ہم مزے سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ بیشک۔ اگر جان وبال ہے تو قدم بڑھائیے۔ مگر نتائج کا خیال نہ بھلائیے۔ آپ دنیا کے لطف اٹھائیے اور خدا کو بھلا دیجئے۔ جب آپ ایسا کرینگے تو آپ کو اس کا خمیازہ اٹھانا پڑے گا۔ چونکہ اخلاق کا قانون آپ کو خدا کی کچہری میں مجرم ٹھہرائیگا۔ یہ قانون زندگی ہے کہ جو آپ بوئینگے وہی کاٹینگے۔ اگر خدا آج نابود ہو جائے اور میں کل تک باقی رہوں تو جو کام میں آج کرتا ہوں کل مجھے ان کے نتیجے بھگتنے پڑینگے۔ یہ امر محال ہے۔ آپ اپنا راستہ خود بناتے ہیں اور اس کے نتائج یقیناً اٹھانے پڑینگے

آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں یہ بات تسلیم نہیں کرتا مگر اس کے ثبوت صریح ہیں۔ یہ حقیقت ہے آپ کسی زعم میں نہ رہیں۔ جو کچھ آدمی بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔

اپنی راہ خود پسند کیجئے مگر اس کے نتائج پر بھی نظر رکھئے۔ گناہوں میں مبتلا رہئے مگر انجام سے منہ پھیر لیجئے۔ وقت قریب آرہا ہے۔ اگر خدا کی راہ پر نہ چلینگے تو انجام کار ہلاکت میں پہنچینگے۔ آپ خدا کی پروا نہ کریں۔ بقا کا خیال نہ کریں۔ اپنی بائبل جلادیں۔ گرجے کا مضحکہ اڑائیں۔ اپنی راہ خود بنائیں۔ مگر جب خدا کا نور آپ کی ضمیر کو روشن کریگا تو آپ پچھتائینگے آپ انتخاب تو ضرور کیجئے کہ ایک نہ ایک دن خدا کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ اگر آپ بدی اور دنیا کو پیار کرتے ہیں تو کئے جائیں۔ آپ اس کے ہو رہینگے۔ تب خدا کہیگا "اسے رہنے دو" یہ دوسرے معبودوں کا پجاری ہو ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ مسیح یا دنیا کے ہو رہیں نتیجہ ہر شخص اپنا فیصلہ خود کرتا ہے۔ اور اپنے انجام پر پہنچ جاتا ہے۔ اگر چوڑا راستہ ہے تو ہلاکت۔ اگر تنگ دروازہ مسیح اور اس کی صلیب ہے تو ہمیشہ کی زندگی ہے۔

مترجم۔ جلال الدین۔ کرد منصوری۔

غزل

مسٹر تمنا بریلوی وارد حال صاحب گنج ڈاکخانہ خود
ضلع کچہری

یہ جو بخشش ہے کہیں داخل دنیا ہو کر
معرفت پاؤں تری خاک کا پتلا ہو کر
داغ دل میرا چمکتا ہے ستارا ہو کر
اوج پایا ہے ترے عشق میں رسوا ہو کر
وہ مری آہ شرر بار کے ٹوٹے سارے
رنگ گیا چرخ ستمگار بھی نیلا ہو کر



نورافشاں

مطبوعہ ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۲۲ء

اچھوت سدھار

خداوند یسوع مسیح جب اپنی مسیحائی کا اعلان کرنے پر آئے تو آپ نے ناصرت کے عبادت خانہ میں کھڑے ہو کر حضرت یسعیاہ کی کتاب سے ذیل کا کلام پڑھکر اپنے مسیحانہ احساس کا اظہار فرمایا۔

"خداوند کی روح مجھ پر ہے۔ کیونکہ خداوند نے مجھے مسح کیا تاکہ میں مصیبت زدوں کو خوشخبریاں دوں اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ میں ٹوٹے دلوں کو درست کروں اور قیدیوں کے لئے چھوٹنے اور بندھوں کے لئے قید سے نکلنے کی منادی کروں کہ خداوند کے سال مقبول کا اور ہمارے خداوند کے انتقام کے روز کا اشتہار دوں اور ان سب کو جو غمزدہ ہیں تسلی بخشوں الخ۔ یسعیاہ ۶۱: ۱-۳

خداوند یسوع مسیح نے یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمانے کے دن سے اپنی دنیوی زندگی کے آخری دم تک خود پورے کرکے دکھائے اور پھر اپنی صلیبی موت کے دن سے آجتک دنیا کو اسبات پر مجبور کیا کہ وہ اُس کی مسیحائی کے کام کو دنیا میں جاری رکھے۔ قریباً دو ہزار برس سے دنیا یسوع مسیح کے مسیحانہ کام کو کرتی آئی حتیٰ کہ یسوع مسیح کی روح ہندوستان میں بھی مسیحانہ کام کو جاری کرنے اور جاری رکھنے کے لئے یورپ اور امریکہ سے ایماندار مردوں کو لاتی رہی کہ وہ آکر ہند میں یہ کام کریں۔ چنانچہ ہند کی مسیحی حکومت کے حسن انتظام سے اور مشنریوں کی پاک کوششوں سے خداوند کا کام ہند میں جاری ہے آجتک لاکھوں مصیبت زدہ لوگوں نے آرام پایا۔ لاکھوں ماتم زدہ لوگوں کو خوشخبریاں سنائیں۔ لاکھوں ٹوٹے دلوں کی مرمت ہوئی۔ لاکھوں قیدی آزاد کئے گئے۔ لاکھوں بندھوے چھڑائے گئے لاکھوں غمزدوں کو تسلی دی گئی جس کا روشن اور ضروری نتیجہ یہ ہوا کہ اب ملک ہند میں انڈین نیشنل کانگرس کو بھی مجبور ہوکر اچھوت سدھار میں حصہ لینا پڑا۔ مسٹر گاندھی کو اچھوت سدھار اپنے پروگرام اور اپنے فرض کا حصہ بتانا پڑا اور ہر ایک رضا کار کے عہد کا اچھوت سدھار کو ایک جزو بنانا پڑا۔ غرضیکہ یسوع مسیح کی مسیحائی نے اہل ہند کو یہاں تک مجبور کیا کہ آج کے دن تمام ملک میں اچھوت سدھار کی دھوم ہے اور ہندو مسلمان اچھوت سدھار کے کام میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

کوئی یہ نہ کہے کہ ہند میں اچھوت سدھار کا کام نیشنل کانگرس یا مسٹر گاندھی کے احسان سے شروع ہوا ہے۔ وہ اچھوت سدھار کے موجد و بانی ہیں ہرگز نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہند کی چاروں غیر اقوام کو یہ کام کرنا پڑا۔ انہیں مجبور ہوکر کرنا پڑا۔ انہیں اپنی مرضی کے خلاف کرنا پڑا کیونکہ ہند کی جاہل قوم اُس کی مرضی کے اقتدار کے آگے جو ہمیشہ سے اچھوت سدھار کرتا آیا تھا سرکش ہو نہ سکتی تھی۔ مجبوراً انہیں خوشی سے یا مجبوری سے اچھوت سدھار پر کمربستہ ہونا پڑا۔

ہماری نظروں میں یہ ایک مضمون ہے جو ہماری زیادہ توجہ کے لائق ہے۔ اگر خدا کی مرضی ہوئی تو ہم خصوصاً کے ساتھ اس اچھوت سدھار کا جو مسیحیت کرتی ہے اور اس اچھوت سدھار کا جو غیر مسیحیت کرتی ہے وقتاً فوقتاً ذکر کریں گے۔ امید ہے کہ ہمارے معزز ناظرین بھی اس مضمون پر توجہ فرمائیں گے ٭

قیصر جرمنی کا مذہب

نیویارک ٹائمز کے ایک نامہ نگار نے حال ہی میں قیصر جرمنی سے ملاقات کی ہے جس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہے کہ قیصر نے اُس سے کہا کہ "جرمنی میں جمہوریت زیادہ دیر تک نہیں رہیگی اور بادشاہت پھر قائم ہو جائیگی اور کب یہ ہوگا مجھے معلوم نہیں لیکن میں جرمنی کے تخت پر دوبارہ نہیں جاؤنگا۔" یہ بھی کہا کہ "میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو چھپائے رکھوں"۔ قیصر کو یقین ہے کہ جرمنی صنعتی، اقتصادی اور ملکی طور پر پھر ترقی کریگا۔ اور اس کا مستقبل پھر اسی قدر شاندار ہوگا جس قدر اس کا ماضی تھا۔

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ قیصر کا رجحان آجکل رومن کیتھولک مذہب کی طرف زیادہ ہے۔ اس مذہب کے تصوف کی باتوں نے اس کے دل پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ وہ ملاقاتیوں کے رومن کیتھولک لٹریچروں سے مذہب کے متعلق متواتر مستفسر رہتا ہے۔ اس کی گفتگو بیشتر مذہبی سوالات پر مشتمل ہوتی ہے جو زیادہ تر اس کے حاشیہ نشینوں کے لئے موجب نفرت ہے۔

خدا کی شان ایک وقت تھا جب اسی قیصر کو مادی طاقتوں پر اس قدر فخر و ناز تھا کہ ان کے بل بوتے پر وہ دنیا کو کھا جانے کے لئے تیار تھا۔ لیکن آخر خدا نے اُسے دکھایا کہ مادیت پر انحصار کرنا کس قدر موجب خسران ہے۔ جس سے اُس کی طبیعت نے یہ دوسرا پلٹا کھایا اور روحانیت کی طرف متوجہ ہوئی ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ رومن کیتھولک مذہب کی رہبانیت کا سہارا تلاش کیا ہے۔ جو وہ بھی مشغل ساکنین کی راہ ہے کاش اسلام کا پیغام قیصر تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ (سفیر صبح)

نورافشاں۔ ہم مدیر پیغام صلح کے ساتھ بالکل اتفاق کرتے ہیں۔ قیصر کے پاس مرزائی اسلام کی

مزدو خبر پہنچائی جائے۔ قیصر نے چار سال جنگ میں سلامتی نہیں دیکھا۔ اب مزدو دیکھیگا۔ احمدیہ جماعت کے امیر کو قیصر کے پاس بدلا کر دو اور اسے سچے مسلم بنجائیگا +

حضرت عیسےٰ کی عمر اور حضرت مسیح موعود

نوٹ:- ہم جعفر پیغام صلح کے مجوزہ رسٹ ہموری کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ حضرت مرزا صاحب حساب کتاب جانتے تھے۔ جیسا موقع دیکھا ویسی ہی تعریف کردی پر آپ مقررہ تاریخی واقعات کو بھی الٹ پلٹ کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے مسیح کو کشمیر میں وفات دیکر تو تین جگہ دفن کیا ہی تھا۔ مگر واقعہ صلیب کے بعد آپ کی عمر مقرر کرنے میں بھی کمال حساب دانی کا ثبوت دیا ہے۔ جب رنگ مرزائیوں اور احمدیوں سے خلاف بیانی کا سبب دریافت کرتے ہیں تو جماعت احمدی درست رکھنے تاویلات سے حقیقت کو چھپانے اور اسے معمولی غلطی بتاکر بچا چھوڑا نے کے درپے ہیں۔ ناظرین کرام غور فرمائیں اور اس سے خلاصی کی ترکیب کا ملاحظہ فرمائیں۔ اڈیٹر۔

معاصر اہلسنت والجماعت نے ۱۴ جون ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں حضرت مسیح موعود کی کتاب تذکرۃ الشہادتین کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار و معین یعنے اس مصیبت کے بعد جو صلیب کی مصیبت تھی ہم نے مسیح اور اس کی ماں کو ایسے ملک میں پہنچایا جس کی زمین بہت اونچی تھی اور صاف پانی تھا اور بڑے آرام کی جگہ تھی اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیسےٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور پھر فوت ہوکر اپنے خدا کو جاملا۔

اس عبارت میں اس واقعہ کے بعد کے الفاظ سے معاصر اہلسنت نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود نے حضرت مسیح کی واقعہ صلیب کے بعد کی عمر کو ایک سو بیس برس بتایا ہے اور واقعہ صلیب درمیان میں نہیں گیا۔ غالباً یہاں ۱۲۰ کا عدد سہو سے لکھا گیا ہے۔ (اڈیٹر) ۳۳ برس کی عمر میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ اس نے حضرت مسیح کی کل عمر ۱۵۳ برس ہوئی۔ جو کسی حدیث میں نہیں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود ہی کی ایک دوسری کتاب ست بچن صفحہ ۱۶۲ حاشیہ ب کی یہ عبارت نقل کی ہے:-

"احادیث صحیحہ سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد اسی برس زندہ رہے۔"

گویا یہاں حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسےٰ کی واقعہ صلیب کے بعد کی عمر ۸۰ سال بتائی ہے اور اس حساب سے کل عمر ۱۱۳ برس ہوئی۔

ان ہر دو عبارات پر معاصر اہلسنت کا یہ اعتراض ہے کہ ان ہر دو تحریروں میں اختلاف کثیر ہے قال تعالیٰ ولو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ ہم دعوے سے کہتا ہوں کہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں مرفوعاً یا موقوفاً کسی طریق سے ایسی حدیثیں نہیں ہیں جن میں آیا ہے کہ صلیبی واقعہ کے بعد عیسےٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور پھر فوت ہوکر اپنے خدا سے جاملا۔

جہاں تک حضرت مسیح موعود کے الفاظ من عند غیر اللّٰہ ہونے کا تعلق ہے ہم نہیں سمجھتے اس میں کیا محذور لازم آتا ہے۔ آخر آپ انسان تھے اور ہر ایک انسانی کلام اور الفاظ من عند غیر اللّٰہ ہی ہے۔ کیا خود معاصر اہلسنت کو یہ دعوےٰ ہے کہ اس کی تحریرات من عند اللّٰہ ہیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا یہ سمجھا جائے کہ چونکہ وہ من عند اللّٰہ نہیں اس لئے باطل ہیں!

قرآن مجید نے تو یہ اپنی امتیازی خصوصیت رکھی ہے کہ چونکہ وہ من عند اللّٰہ ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ بشری کلام میں اختلاف یا ابہام کا واقعہ ہونا ایک معمولی بات ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو قرآن کریم کی یہ خصوصیت باطل ہو جاتی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ معاصر اہلسنت یا تو یہ دعوےٰ کرے کہ قرآن کریم کے علاوہ دوسرے انسانی کلام بھی من عند اللّٰہ ہو سکتے ہیں۔ اور اس کی اپنی تحریرات من عند اللّٰہ ہیں۔ ورنہ اپنے اس اعتراض کو واپس لے۔

ہاں ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی مندرجہ بالا عبارات میں جس اختلاف کا ذکر اہلسنت نے کیا ہے وہ ہرگز پایا نہیں جاتا۔ صرف اول الذکر عبارت کے الفاظ ذرا مبہم سے ہیں۔ جن کو اسی کتاب تذکرۃ الشہادتین کے فارسی ترجمہ میں یوں صاف کر دیا گیا ہے کہ:

"بعد ازیں واقعہ حضرت عیسےٰ در سنے لئہ [illegible]
[illegible] بہر ایک صد و بست سالگی وفات
نموده پیش پروردگار خود رسید۔"

یہ فارسی ترجمہ حضرت مسیح موعود کا اپنا دیکھا ہوا ہے اور اس سے معاصر اہلسنت کا یہ کہنا غلط ہے کہ

اعتراض سے بچنے کے لئے ...... اس مندرجہ بالا عبارت کا ترجمہ ہی بدل ڈالا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب خود مصنف اس ترجمہ کو منظور کرتا ہے تو "اعتراض سے بچنے کے" کیا معنے؟ حضرت مسیح موعود کا اردو عبارت میں یہی مطلب تھا کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسےٰ ایک مدت تک زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ اردو کے الفاظ بھی اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہی مطلب ہے۔

"اس واقعہ کے بعد عیسےٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی"

یعنے اس واقعہ کے بعد آپ کی کل عمر پیدائش سے مرنے تک ایک سو بیس برس ہوئی۔ یہی بات آپ نے ہر جگہ لکھی ہے۔ اس کا غلط مطلب لیکر اور دوسرے مقامات کی پرواہ نہ کر کے اعتراضات کی عمارت کھڑی کرنا آجکل کے مولویوں کا شیوہ ہے رہا حدیث کا حوالہ تعجب ہے کہ معاصر اہلسنت نے ۱۲۰ برس والی حدیث تو طلب کی حالانکہ حضرت مسیح موعود نے کہیں بھی یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ حدیث میں حضرت عیسےٰ کی عمر ۱۲۰ برس بیان کی گئی ہے) لیکن ایک سو بیس برس والی حدیث کا نام بھی نہیں لیا افسوس ہے اس قسم کی دیانت و امانت پر آجکل کی مولویت کا انحصار ہے۔

بیت اللحم چک نمبر ۲

اس جولائی کے مہینہ میں دو دفعہ بیت اللحم میں آنے کا اتفاق ہوا۔ پہلی دفعہ آیا اور یہاں کا حال دیکھ کر ایک آرٹیکل زر افشاں کے واسطے لکھا جس کو لاہور لے گیا جب آپ کے دولت خانہ میتھ منزل کو مضمون دینے جا رہا تھا تو راہ میں ایک افسر والے مل گئے۔ پوچھا کدھر جاتے ہو میں نے کہا ایڈیٹر زر افشاں کے پاس بیت اللحم کی نسبت ایک آرٹیکل انہیں دینے جا رہا ہوں۔ فرمانے لگے یہ مجھے دیدو۔ میں نے کہا کہ آپ نے بس بس دھرے گئے اور آپ محروم رہ گئے۔ میں نے بھی کہا کہ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ آپ نے بھی پچھلی دفعہ ایسا ہی ہاتھ دیا تھا چلو ہمیں کوئی ویسی بھرتی۔

اب یہ چند سطر پھر لکھتا ہوں۔ آپ کے پاس پہنچ جاویں تو غنیمت ہے۔ آپ خیال فرماتے ہونگے کہ بیت اللحم کوئی کشمیر کا ٹکڑا ہوگا جہاں حضرت واعظ ایسی سخت گرمی میں جبکہ بارش کا نام و نشان نہیں بیت اللحم کو بھاگے جاتے ہیں۔ صاحب من زبان کا بند تھا۔ ورنہ ان دنوں کون گھر سے نکلتا ہے۔ کون ایسی جگہ میں آتا ہے جس سفر میں ۱۱ میل کچی سڑک راہ میں نہ پانی نہ درخت۔ سوائے دھوپ اور ریت کے کچھ نہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جو [illegible] مشنری سوسائٹی کا بیچ اسٹیشن ہے جس سے سوسائٹی کے کارندے کوسوں بھاگتے ہیں۔ بیت اللحم کے نام ہی سے ان کے بدن پر رعشہ آجاتا ہے۔ مشنری صاحب تو بھاگ نکلے یہ ان مشنری آدہ۔ بل پر ہاتھ رکھ کر اب پیچھے دیکھنے لگے۔ کچھ عرصہ کے واسطے آنریری طور پر اس کی خدمت اس بڑھے واعظ کے سپرد ہوئی۔ اس بڑھے کی نسبت ہمارے سکرٹری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بڑھا دورہ نہیں کر سکتا۔ یہ ان کو معلوم نہیں کہ جوان ہمت ہے اور جوانوں کو پیچھے پھینکتا ہے۔ اب بھی خدا کے فضل سے جوانوں کا مقابلہ کرنے کو تیار ہے۔

بیت اللحم کی سوشیل اور مورل حالت بہت ابتر ہے۔ نہ تو یہاں کوئی استاد ہے نہ مشنری ہے نہ پادری اور نہ پاسٹر ہے۔ ایسی حالت میں یہ لوگ بہت خوش ہیں۔ دو شادیاں میں نے یہاں دیکھیں ہیں جن کی نکاح خوانی کو میں یہاں آیا۔ کسی قسم کی بد رسم عمل میں نہیں آئی۔ کلارک آباد جہاں بیٹھے دن رات کام کرتی ہیں۔ وہاں بیاہ شادی پر کوئی نہ کوئی بد رسم عمل میں آتی ہے۔ مگر یہاں کوئی نہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں برادری ہے۔ برادری کے فیصلے ہیں برادری کا حکم۔ پھر حیرت یہ ہے کہ کلارک آباد حکومت مشن کی۔ بہٹ من آباد اور منٹگمری والا جہاں خبرداری مشن کی مشنری کی حکومت۔ آئے دن فساد جھگڑے عیسائیوں کی سماعی طور پر تنازعیں چلتے رہتے ہیں۔ خود مشنری صاحب کرواتے ہیں۔ ایک بیت اللحم ہے جس کی خبرداری نمبرداروں کے پاس ہے نہ فساد نہ جھگڑے نہ عدالتیں۔

یہ بھید سمجھ میں نہیں آتا۔ ناظرین زر افشاں میں سے کوئی مجھے سمجھا دیں۔ بڑھاپے کے سبب میرا دماغ وہاں تک رسائی نہیں کرتا۔

میں نے نمبرداروں سے بات چیت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں پادری یا مشنری کسی کی ضرورت نہیں۔ مہینے دو مہینے کے بعد کوئی پادری آجایا کرے۔ بپتسمے اور شادی کی رسوم پوری کر جایا کرے۔

این۔ ایم۔ ایس نے یہاں کیا کیا۔ ہزار ہا روپیہ کے عالیشان بنگلے بنا دیئے ہیں جو چند عرصہ کے بعد زمین سے مل جائیں گے۔ پوچھو کہ غریبوں سے چندہ وصول کر کے جس بیرحمی اور بیدردی سے اس کو خرچ کیا ہے اس کا حساب نہیں دینا ہوگا۔ کیا بنگلے مفید ہیں مشنری تو یہاں کوئی رہتا نہیں اور نہ رہنے کو آمادہ ہیں۔ ایسی جگہ میں بنگلے۔ ہندو کہتے ہیں کہ ہم بھی ان میں بیٹھا کریں گے۔ افسوس ہزار افسوس کہ این۔ ایم۔ ایس جس طرح یہاں فیل ہوگئی

یہاں لڑکے اور لڑکیوں کے دو سکول ہیں۔ لڑکوں کا سکول برائے نام ہے۔ اس کی حالت بہت خراب ہے۔ نہ کوئی جگہ ہے اور نہ انتظام ہے۔ دس دس دن حاضری ہی نہیں لگتی۔

لڑکیوں کا سکول اچھی حالت میں ہے۔ ان کے سکول کی جگہ بھی ہے مگر تنگ ہے۔ لڑکیاں بہت ہیں۔ انتظام اچھا ہے۔ چار جماعتیں ہیں۔ دو استانیاں لڑکیاں استی سے زیادہ ہیں۔ مکان کچا اور پرانا دینا چاہیے اور ایک استانی۔ سکول کا والی وارث کوئی نہیں۔ نہ سامان ہے نہ وقت پر تنخواہیں ملتی ہیں نہ درخواست پر جواب ملتا ہے۔ اسی کا نام سینٹرل مشنری سوسائٹی ہے۔ کیا ہی وہ لوگ ہیں۔ بنگلے بنوا دیے ہسپتال شروع کر دیے۔ ڈاکٹر رکھ دیے۔ اور کام کے وقت بھاگ نکلے۔ یہ جو کمیٹیوں کے اراکین ہیں ان کی عقل داری فقط سند ویرشپوں تک ہی محدود ہے۔ نہ تو کام کرنے کی ہمت نہ کروانے کا حوصلہ۔ واہ واہ

این۔ ایم۔ ایس کا روپیہ بڑی بیدردی سے ضائع کیا جا رہا ہے۔ منٹگمری میں ایک مکان کرایہ پر لیا ہوا ہے۔ جس میں کوئی نہیں رہتا۔ کرایہ ناحق سوسائٹی کے سر پر ہے

بیت الحم میں گھوڑا اور ٹمٹم مشن کا ہے۔ جب سے بنائے خریدا ہے کبھی کام میں نہیں آیا۔ ناحق گھوڑے کا خرچ زر کا خرچ مشن کے سر پر ہے۔ کیا اپنا روپیہ اسی طرح اپنے گھروں میں خرچ کیا جاتا ہو اس کو بیچ دیں تو کیا حرج۔ کیا سوسائٹی کی شان میں فرق آ جاتا ہے۔

اوکاڑے کا ہسپتال توڑ دیا گیا۔ اس کی ادویات ایک آدمی کے سپرد کر کے ضائع کر دیں جو کہ کمپونڈر بھی نہیں۔ ایک انگریز ہے۔ اس پر سوسائٹی نے مہربانی کی کہ اُسے تمام ادویات دے دیں اور بیت الحم کے بنگلہ میں بٹھا دیا۔ آنریری کام کرتا ہے۔ نہ تو وہ زبان اچھی طرح سمجھتا ہے نہ بات سمجھا سکتا ہے۔ کیا اس طرح مشنری کام چلتے ہیں حیرت یہ ہے کہ کوئی وزٹ کرنے والا نہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ بیت الحم میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ تو خدا کا شکر ہے کہ یہاں کے لوگوں میں دینی غیرت ہے۔ سب کام مسیحی طریق پر چل رہے ہیں۔ چوہدری پیرا اس ہر اتوار کو عبادت کروا دیتا ہے۔ لوگ خوش ہیں۔ پادری بھی یہاں ایسا ہی چاہیے جو مشن سے اس کا کچھ واسطہ نہ ہو۔

علاقہ میں کام کرنے کے واسطے ایسے فقیر ہونے چاہئیں فقیر جیسے سوامی سندر سنگھ جیسے۔ انہوں نے شکایت کی کہ اس فقیر کو پھر اس طرف مت آنے دینا جو بھیجا تھا۔

اس کو کسی نے بھیجا نہ تھا۔ سیلانی فقیر ہے۔ جا بجا پھرتا ہے۔ اس کو کون روک سکتا ہے۔ خیر امید ہے کہ خود ہی اس طرف نہ آئیگا۔ وہ معاملات مذہبی میں دخل دیتا ہے۔

یہ چند سطور بیت الحم میں بیٹھ کر لکھی ہیں۔ وقت دوپہر ایک بجا ہے۔ بنگلہ آگ ہو رہا ہے۔ روشندان کھلے نہ آئینہ نہ کھڑکی۔ دروازے کھلے۔ وہ بنگلہ میں نہ معلوم وہ مشنری کب یہاں آ کر رہنے لگے تھے واسطے تو پادری ولیم صاحب یہاں رہنے سے انکار کرتے ہیں۔ مشنری مہاجان جو گوروں کا کام ہے بھول اپنے مشنریوں کی نسبت فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنی جان کی بازی لگا دی۔

بے تینوں پریم کیشن وچار سر کھدا کی گلی میری آ

مرقومہ۔ واعظ

گزشتہ نمبر کے صفحہ ۱۱ سطر ۲ میں صحیح لفظ ترک پڑھئے

کرنتھیوں کے پہلے خط کی تفسیر

قریباً تیس برس کا عرصہ ہوا کہ پولس رسول کے خط مذکور کی تفسیر ڈاکٹر وکس ہے۔ ڈاکٹر وکس صاحب نے پہلی دفعہ شائع کی تھی۔ اس خط پر اردو زبان میں وہ پہلی تفسیر ہمارے ملاحظہ سے گذری تھی۔ جب ہم ڈاکٹر وکس صاحب کی زندگی کا ترجمہ خیال کر کے اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ مگر زمانہ کی تبدیلیوں اور دشتوں نے طبع اول کی کاپی ہمارے ہاتھوں سے چھین کر گم کر دی پھر اس کی دوسری کاپی نصیب نہ ہوئی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ عرصہ تیس سال کے بعد ڈاکٹر وکس نے اپنی اس تفسیر کی نظر ثانی کر کے اس میں ایک باب سوالات کا بڑھا کر دوسری دفعہ پھر بذریعہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور کی معرفت طبع کرائی ہے۔ ضروری اصلاح کے لئے ڈاکٹر صاحب نے مزید پانچ سال اس پر محنت کی ہے۔ طبع ثانی کی زبان بھی روشن اردو رکھی ہے جو نہایت ۲۱۲ صفحہ کی ہے کتاب چھپائی اور مضمون نہایت اعلیٰ صاف اور شستہ ہے جس کی خوبی اور محنت پر ڈاکٹر وکس کے نام نامی و اسم گرامی کی کافی شہادت ہے ہم ایک دو باتیں اس تفسیر کی ترتیب وغیرہ کی بابت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

سب سے پہلے تفسیر مذکور کے مضامین کی فہرست آئی ہے پھر خط مذکور کا دیباچہ دیا ہے جس میں خط کے لکھنے کی ضرورت اور زمان و مکان کی تحقیق فرمائی ہیں۔ اس بات کو زبردست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ خط پولس رسول کی تحریر ہے۔ پھر دیباچہ پر سوالات آئے ہیں۔ پھر کل خط کی تفسیر پر سوالات کا باب آیا ہے۔ پھر خط کی تفسیر شروع فرمائی ہے۔ اسی خط کے ہر ایک باب میں جس قدر مضامین آئے ہیں ان کو تقسیم کر کے ہر ایک مضمون کی آیات

کا پہلے کل متن دیا گیا ہے۔ پھر ہر ایک آیت کے متعلق پر حاشیہ جامع و مانع نوٹ لکھے ہیں جن میں آیات کے الفاظ کے مطالب کی مختصر تشریح فرمائی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خوبی بھی رکھی ہے کہ مقابلے کے حوالے جہاں جہاں بائبل میں تھے ساتھ ہی دیدیے ہیں کہ پڑھنے اور سمجھنے میں سہولت ہو۔ ہر ایک باب کے ہر ایک حصہ کلام پر تشریحی نوٹ دے کر اس کے آخر میں حاصل کلام دیا ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے ہر ایک حصہ کلام میں جو حقائق علم الٰہی اعتقادی و ایمانی و عملی ظاہر و مخفی تھے۔ ان سب کو اختصاراً قلمبند فرمایا ہے۔ تفسیر کے اس حصے نے کتاب کی قدر و قیمت کو بہت بڑھا دیا ہے۔ ہر چند دیباچہ دیا ہے ہم تفسیر زیر نظر کی خوبیاں کا اس سے اندازہ لگا نہیں سکتے کہ اردو زبان میں خط مذکور پر تفسیر ہی یہ ہے جو ڈاکٹر وکس نے لکھی ہے۔ کلیسیائے ہند پر اس تفسیر کے ساتھ آپ نے بڑا احسان کیا ہے جو فراموش ہونے کے لائق نہیں ہے اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا ہیں ہماری سمجھ سے بلند و بالا ہے۔ ہم تو اشعار ذیل کے مصداق ہیں۔

کب شعلہ حسن تو کی قندیل کو پہنچے
ادراک و فہم منطقہ فیل کو پہنچے

پشہ کا نہ عمل صوبہ سرافیل کو پہنچے
بلبل نہ لب دلبر و جبریل کو پہنچے

تو بھی ہم اس قدر ضرور عرض کریں گے کہ ڈاکٹر وکس کی تفسیر مذکور تمام مسیحی واعظین و مبشرین و مستعدین و معلمین وغیرہ کے لئے بیش قیمت خزانہ ہے۔ بائبل خوانی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ رومن اردو خواں اصحاب سے ہم اس کتاب کی زبردست سفارش کرتے ہیں۔ صرف رومن اردو خوان سے نہیں بلکہ ان سے بھی جو اردو وغیرہ جانتے ہوئے رومن اردو سے واقف ہیں کہ وہ اس کتاب کی ضرور ایک ایک کاپی منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ یہ کتاب الہ آباد سے مل سکتی ہے۔ —ایڈیٹر

جس آبنا میں ہاتھی کو بھی پناہ ملے
عجب ہے چیونٹی کہ مجھکو اسکی تھاہ ملے

مسٹر گاندھی کی روحانیت اور ہم میں سے بعض کی نفسانیت

نیاگر کے اخبار ویٹی نے مسٹر گاندھی کی متعلق ایک طول طویل مضمون لکھتے ہوئے ذیل کا قابل غور ریمارک کیا ہے کہ کسی قومی تحریک سے خواہ وہ کتنی ہی اعلیٰ اور شریفانہ کیوں نہ ہو مسٹر گاندھی کے مقصد کی شناخت کرنے کے معنی اس کو سر سے پاؤں تک غلط سمجھنے کے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے خداوند یسوع مسیح کو محض ایک محب وطن لیڈر سمجھا جائے اور یہی اس لئے کہ انہوں نے رومن سپاہ کو فلسطین سے نہیں نکالا مسٹر گاندھی ایک مذہبی شخص ہے جس کا مقابلہ بدھ دھرم یا عیسائیت سے ہو سکتا ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ مسٹر گاندھی اپنی سیاسی اغراض و مقاصد میں کامیاب ہوگا۔ اس کا مقابلہ چند پاکترین مردوں سے کیا جا سکتا ہے ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کہاں ہماری امریکہ کی یہ آواز کہ مسٹر گاندھی ایک مذہبی لیڈر ہے اور کہاں ہم اس کے پیروؤں کی یہ آواز بے ہنگام کہ وہ یعنی مسٹر گاندھی نہ صرف یہ کہ ہمارے رنگ کے عیسائی نہیں بلکہ خداوند کے بائیں ہاتھ والی بکریوں میں شامل ہیں اور یہ ان کا قول ہو جو دعوے کرتے ہیں کہ خداوند یسوع نے مجھے علائی زبان بخشی اور کچھ نہیں رکھتے کہ خداوند وہ زبان جس سے بڑا بول نکلتا ہے کاٹ ڈالیگا حقیقت میں جن لوگوں کے منہ سے ہم عیسائی کہلانے کے لائق ٹھہرے وہ ایسے احمق کی اتنے ہیں۔ ان کو بھی آپ نے روحانیت گاندھی میں پایا ہمیں اتنی تمیز نہیں کہ ہم جو ہیچ کی ذیل میں دعوے کرتے ہیں کہ خفا ہو جائے۔

خراب تاب کجا و من خراب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

در آں حالیکہ ہندوستان کے ہندو مسلمان متحد ہو کر اپنے چند ایسے حقوق ہماری برٹش گورنمنٹ سے طلب کرتے ہیں کہ جن کی بابت خود گورنمنٹ اور نیز ماڈریٹ پارٹی والے اصحاب بھی متفق الرائے ہیں کہ ان کو دیئے جائیں اور گورنمنٹ کی طرف سے ریفارم اسکیم کی پہلی قسط دے بھی ہو گئی۔ تب ہم مسیحیوں کو کن ہندو و مسلمانوں کے ساتھ متحد و متفق ہو کر اپنے حقوق کی حفاظت کرنے میں کیا گناہ ہے۔ معتدل احباب اور برٹش گورنمنٹ میں اور انتہا پسندوں میں صرف وقت کا اختلاف ہے۔ باقی اصل مرکز سب کا ایک ہی ہے۔

اگر وہ مسیحی جو معتدل پارٹی کے ہمدرد ہیں ذرا غور بیان مذکور میں منہ ڈال کر دیکھیں تو ان کو اس کی عاقبت معلوم ہو گی کہ اگر اس وقت اس جائز جدوجہد میں جو ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ ہم مسیحی بھی شرکت کی تکلیف اٹھاتے نہیں ہندو مسلمانوں کا ساتھ دینگے تو ان حقوق کے ملنے کے وقت خواہ ہماری فیاض مہربان سرکار اب یا آئندہ جب وہ مناسب سمجھے عطا فرمائے ہم مسیحی کیونکر شریک ہو سکتے ہیں۔ مذہبی نقطہ نظر سے بھی ہم دیکھیں گے کہ جو مسیح کے ساتھ دکھ میں شریک نہیں تو اس کے جلال میں بھی شرکت سے محرومی حاصل ہوگی۔

مسٹر گاندھی کا حق تھا کہ وہ یہ دعوے کرتے کہ



میں صرف ہندوؤں کی کھوئی ہوئی گائیوں کو ڈھونڈنے اور بچانے آیا ہوں جیسے کہ اُن کے خشک اچاریہ یا سوامی دیا نند سرسوتی نے کہا لیکن مسٹر گاندھی کے سینہ میں رحم و ہمدردی سے بھرا ہوا دل موجود ہے جو اُس کی پیروی کرتا ہے جس نے فرمایا کہ میں صرف اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو ڈھونڈنے اور بچانے آیا۔ مگر تم کل قوموں کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ پس وہ بھی کھوئی ہوئی آزادی کے لئے صرف ہندوؤں کو نہیں۔ بلکہ مسلمان عیسائیوں۔ پارسیوں سکھوں۔ سراوگیوں جینیوں سب کو متحد آواز کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ پس ہم کیا اس لئے مہاتما سے ناراض ہیں کہ وہ ہماری بہتری چاہتے ہیں ایسی سے زیادہ محسن کشی نہیں ہو سکتی۔ بیشک ہم ان کو اپنا یا آپ کا سا تو عیسائی نہیں مان سکتے اور نہ ماننا چاہئے ہم اُن کو مسیحی سمجھتے ہیں کہ شاباش پاتے ہیں ہم کو کامل یقین ہے کہ وہ اپنی صلیب اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں خواہ وہ جیل ہی میں کیوں نہ ہوں۔

آندھی بھی ساتھ ساتھ ہے گاندھی اِدھر اُدھر
گاندھی جو چل پھرتے ہیں آندھی اِدھر اُدھر

اب ہم اُن صاحب کی تفسیری غلطی فاش کرتے ہیں۔ جس میں آپ نے مسٹر گاندھی کو بکریوں میں شامل کیا ہے۔ خداوند یسوع مسیح کے زمان قبل از وقت میں کل ضمائر صیغہ استقبال کے استعمال ہوئے ہیں۔ متی ۲۵: ۳۱ سے۔ آئیگا۔ بیٹھیگا۔ کی جائیگی۔ جدا کریگا۔ کھڑا کریگا۔ کہیگا۔ جائینگے۔ اور بھیڑوں اور بکریوں سے سوال و جواب کرتے وقت کل ضمائر صیغہ ماضی مطلق استعمال کئے ہیں۔ کھلایا۔ پلایا۔ آتار۔ اپنایا۔ عیادت کی۔ آئے وغیرہ۔ مگر آپ نے ان سب کو حال میں لے لیا۔ گویا اب خداوند جلال کے تخت پر بیٹھا ہے اور ان سے کہتا ہے اور بھیڑیں بہشت میں اور بکریاں جہنم میں جاتی ہیں۔ اب امام فخر الدین رازی کی تفسیر کی نسبت جو علماء اسلامیہ نے فتوے دیا ہے وہی فتوٰی ہم اس تفسیر پر لگاتے ہیں کہ اس میں اَلم غلم بہت کچھ ہے مگر تفسیر نہیں۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

لیکن ہم اس غلط تفسیر کا جواب ضرور دینگے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے مسیحی بھائی اُن کی تفسیر کو دیکھ کر اپنے نیز دوست باطنی ہو کر تمام ان نام نہاد مسیحیوں کو بھی جن کو ہمارے مفسر صاحب بھی جھوٹا تصور کرتے ہیں بہشت میں گھسیڑ دیں اور اُن کے تعفن سے تمام حقیقی مقدسین کا دماغ پھٹنے لگے۔

پھر خداوند مسیح نے ایک اور تمثیل لا کر انہیں کہا کہ آسمان کی بادشاہت اس آدمی کی مانند ہے جس نے اچھا بیج اپنے کھیت میں بویا۔ پھر جب لوگ سو گئے اُس کا دشمن گیہوں میں کڑوے دانے بو گیا جب وہ بالیں لگنے پر ظاہر ہوئے تو نوکروں نے مالک سے کہا کہ ہم انہیں جمع کریں۔ اُس نے کہا نہیں ایسا نہ ہو کہ گیہوں بھی اکھاڑو۔ میں کاٹنے وقت کڑوے دانے الگ جمع کرا دونگا اور جلا دونگا۔ اور گیہوں کھتے میں جمع کرا دونگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ کیساؤں ہو سکا ان مفسر صاحب سے کیا کہتی ہو اب ہم مفسر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس کڑوے دانے کی تمثیل میں جبکہ موجودہ جدوجہد آزادی اور حقوق کے لئے برپا ہو رہی ہے۔ گیہوں کون لوگ ہیں اور کڑوے دانے کون ہیں اور دشمن کون ہے جو چپکے سے بو گیا۔ اگر اس تمثیل کی تفسیر میں آپ ان سوالوں کے جواب دیدیں تو اور تو کچھ انعام میں دے نہیں سکتا۔ مگر اس کے صلہ میں اپنا ہندوستانی نام انگریزی نام سے بدل ڈالونگا۔

آپ کے ثانیہ ہی مفسر نے جو مقدس پولس رسول کے ختنہ کی وضاحت کی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں نامختون نامختون رہیگا۔ یہ فقرہ آپ کا اسی فقرہ کے برابر ہو کہ جو مختون ہو کر ہلا گیا وہ نامختون نہ ہو۔ دلیل اس دعوے پر یہ ہے کیونکہ وہ شریعت پر عمل کرتا ہے اور ختنہ کرنا شریعت کا حکم ہے۔ جناب کو یہی خبر ہی نہیں کہ ختنہ کے حکم سے شریعت ۴۳۰ برس بعد آئی۔ پس اس میں ختنہ کا حکم کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی قانون پچھلے پاؤں بھی چلتا ہے۔ کیا وہ کوئی چڑیل ہے کیونکہ مشہور ہے کہ چڑیل کے پاؤں اُلٹے ہوتے ہیں یعنی اور موڑ کر جانے دو۔ کیا آپ اپنی الٹیکل پیش بینی چلا سکتے ہیں۔ اب ہم بتائیں کہ ختنہ شریعت کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ اس ایمانی راستبازی کی مہر ہے جو شریعت سے قبل ہمارے باپ ابراہیم کو ملی تھی۔ مقدس پولس رسول فرماتا ہے کہ میں ہر ایک آدمی پر جس کا ختنہ ہوا ہے گواہی دیتا ہوں کہ اسے تمام شریعت پر عمل کرنا واجب ہوا۔ مگر آپ کی سمجھ اُلٹی ہے بمقول آپ جو اس بیہودہ منطق سے رسول کے نامختون کو مختون بنانا چاہتے ہیں کیا آپ نے اپنی دوسری آنکھ اس آیت سے بالکل موند لی۔ اگر ذاتی نامختون شریعت کو پورا کریں نہ کہ ختنہ کرائیں تو کیا مجھے جو باوجود کتاب اور ختنہ کے شریعت کے برخلاف چلتا ہے گنہگار نہ ٹھیرائینگے۔ اس سے پولس کی غرض مختونوں کو غیرت دلانا ہے نہ کہ نامختونوں کو مختون بنانا۔

ہم جانتے ہیں کہ آپ کی غرض اس مار د پور سے صرف یہ ہے کہ اگر مسٹر گاندھی خداوند مسیح کے پیرو ہیں تو بپتسمہ لینا ضروری ہے۔ کیونکہ آپ کی اور دھی



منطق کا تقاضا بھی ہے کہ جو شخص مسیح کی پیروی کرتا ہے اُسے بپتسمہ ضرور لینا چاہیے۔ کیونکہ جس طرح ناممکن کو غیر مختون کرانے خواہ وہ شریعت کی کتنی ہی پیروی کرے نجات دیگی۔ جیسے کہ آپ ہی کے بھائی یہودیوں سے آکر بھائیوں کو تعلیم دینے لگے کہ اگر موسیٰ کی سُنت کی موافق تمہارا ختنہ نہ ہو تو تم نجات نہیں پا سکتے۔ ایسے ہی آپ کی منطق سے جب تک مسٹر گاندھی بپتسمہ نہیں نجات نہیں پا سکتے۔ لیکن ہم اور آپ جو بپتسمہ تو پا چکے مگر مسیح کی پیروی نہیں کرتے۔ کھوٹے کھرے سبھی دلہن شامل ہو کر بہشت میں پہنچ جائینگے یہ منہ اور مسور کی دال یعنی یہ منہ اور منصور کی دار راقم۔ کبیدا ناظم منت سکینہ از کانپور

ایک جدید اختراع

پچھلے زمانہ میں اس قسم کے انکشافات غیبی کے لئے متعدد آلات ایجاد کئے گئے۔ لیکن تجربہ نے ثابت کر دیا کہ یہ آلات صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں دو جرمن مخترعین نے دو آلات ایجاد کئے ہیں اور ہر ایک کا خیال ہے کہ اس سے غرض مقصود پوری طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ پہلی اختراع ایک جرمن انجنیر کی ہے جس کا نام جیرڈ کا ہے۔ آلہ میں ایک بڑا برتن ہوتا ہے جس میں الکحل کی قسم کا ایک مادہ سیالہ بھرا رہتا ہے اور اس میں ایک سوئی ڈوبی رہتی ہو جو نہایت درجہ حساس ہوتی ہے۔ زیر زمین جو معدنی مواد موجود ہیں اُن کے انجروں سے یہ سوئی متاثر ہوتی رہتی ہے اور جس قدر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے اسی قدر وہ زیادہ ہوتا ہے سوئی کی حرکت کو بغور دیکھنے سے پوشیدہ معادن کا (اس کے خیال میں) پتہ لگ جاتا ہے۔

دوسری اختراع کا ذکر رسالہ سائنٹفک امریکن نے کیا ہے۔ اگرچہ ہمیں اس آلہ کی صحت کا ابھی پورا یقین نہیں ہے مگر چونکہ رسالہ مذکور ایک معتبر پرچہ ہے اس لئے ہم اس آلہ کا ذکر ذرا تفصیل سے کرتے ہیں ایک سال ہوا کہ مسٹر ہوبز نے جو نیویارک کا رہنے والا ہے۔ یہ خبر شائع کی کہ ایک جرمن مخترع نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جو عصائے مخبر کا بالکل قائم مقام ہے اور تحت الارض کی چیزوں کا پتہ دیتا ہے مسٹر ہوبز ایک مشہور شخص اور وہ ایک مخصوص کارخانہ کا مالک ہے جس میں وہ دقیق آلات بنائے جاتے ہیں جن سے علماء اپنے نازک علمی تجربوں میں کام لیتے ہیں۔ مسٹر مذکور بذات خود جرمنی گیا۔ اور مخترع سے ملاقات کر کے اس کے آلہ کا متعدد مرتبہ تجربہ کیا۔ ایک دفعہ بھی غلطی واقع نہیں ہوئی۔ اس آلہ کی بنیاد ان اصول پر ہے

ہر ایک معدنی شے سے خاص قسم کی شعاعیں اور انجرے اُٹھتے رہتے ہیں اور ان سے ہوا میں ایک غیر محسوس تموج پیدا ہوتا رہتا ہے۔ ہر ایک معدن کے ثقل اوزن میں جو فرق ہوتا ہے اسی نسبت سے ان کی شعاعوں اور انجروں میں فرق پڑ جاتا ہے اس اختلاف تموج کا مخترع نے نہایت نازک مطالعہ کیا ہے اور ان سب کو منضبط کر لیا ہے یہ آلہ انہی تموجات سے متاثر ہوتا ہے جن کے معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہو اگر ہمیں معلوم کرنا ہے کہ اس زمین میں لوہا ہے یا نہیں تو لوہے کے جو تموجات ہوا کرتے ہیں آلہ ان کے مطابق کر کے رکھ دیا جاتا ہے اب اگر اس زمین میں لوہا ہے تو وہی خاص حد کی تموجات پیدا ہونگے اور آلہ ان سے متاثر ہو کر پتہ بتا دے گا۔

تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ معدنی تموجات اور شعاعیں سخت ترین مواد میں بھی نفوذ کر کے سطح زمین تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس لئے یہ بالکل رونتجن کی شعاعوں سے مشابہ ہیں جو ہر ایک سخت چیز میں نفوذ کرتی ہیں۔

مسٹر ہوبز نے صرف اس آلہ کی خبر ہی شائع نہیں کی بلکہ اس کے مخترع طبیب فرودلی کو امریکہ میں بلایا جہاں وہ مشہور ماہرین کے سامنے اپنے تجربات پیش کر رہا ہے۔ اس وقت تک اس نے جس قدر تجربہ کئے ہیں ان میں فیصدی پوری کامیابی ہوئی ہے۔ یہ آلہ مختلف مقامات میں مختلف فاصلوں سے معادن کا پتہ بتا دیتا ہے۔ اگر اس آلہ کی صحت پر علمی دنیا نے اتفاق کر لیا۔ تو بے شک یہ عجیب و غریب اختراع عالم اقتصاد اور عالم صنعت و حرفت میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیگی۔ (پیغام صلح)

جسم بشری کی شعاعیں

جس طرح کرہ زمین کے گرد ایک ہوائی غلاف محیط ہے جس میں مختلف گیسیں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح جسم انسانی کے گرد بھی ایک نورانی غلاف ہے جو خالی آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ بلکہ خاص طریقہ سے محسوس ہوتا ہے۔

پروفیسر کلزنے ایک کتاب اسی موضوع پر لکھی ہے۔ جس کا نام فضائے بشری رکھا ہے۔ کتاب میں اس نے متعدد فوٹو کی تصویریں دی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ جسم انسانی سے ایک خاص قسم کی نورانی شعاعیں نکلتی ہیں جن کا رنگ بنفشی سے ذرا گہرا ہوتا ہے۔ لیکن یہ شعاعیں اس قدر ہلکی ہوتی ہیں کہ خالی آنکھ سے نظر نہیں آسکتیں۔ پروفیسر کلزنے یہ بھی کشف کیا ہے کہ بعض عورتیں اپنے ارادہ سے اپنی نورانی فضا کا رنگ بدل سکتی ہیں اور

اس کا یہ خیال بھی ہے کہ فضائے انسانی کہربائی اور کیمیاوی عمل سے بھی متاثر ہوا کرتی ہے۔

شعاع انسانی کو دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کی شعاعیں دیکھنا ہو اسے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ ایک نگین مجوف شیشے سے اسے دیکھا جائے۔ اس شیشہ میں الکحل کی قسم کا ایک تیزاب ہوتا ہے جو مادہ [illegible] سے حاصل کیا جاتا ہے اور دیکھنے والے کو اپنے سر پر ایک سیاہ کپڑا ڈال لینا چاہیے جس طرح کہ فوٹوگرافر ڈالا کرتا ہے تاکہ خارجی روشنی دیکھنے میں خلل انداز نہ ہو۔

اس کا بھی تجربہ کیا گیا ہے کہ سب لوگ ان شعاعوں کو ایک نسبت سے نہیں دیکھ سکتے۔ بعض لوگوں کو ان کے دیکھنے کے لئے دیر تک نظر جمائے رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض نصف دقیقہ سے بھی پہلے دیکھ لیتے ہیں۔

صرف ایک عضو مثلاً ہاتھ کی شعاعوں کا بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر زیادہ واضح طریقہ پر یہ شعاعیں اس وقت محسوس ہوتی ہیں جبکہ پورے جسم کا مشاہدہ کیا جائے۔ کیونکہ اس وقت اس فضائے محیط کا طبقہ داخلی و خارجی صاف نظر آتے ہیں اور کبھی جسم سے ملا ہوا خالی طبقہ بھی نظر آتا ہے۔ جسے ([illegible]) کہتے ہیں۔

شعاع بشری میں بلحاظ عمر و صحت و مرض کے بھی فرق ہوتا ہے۔ حالت صحت میں شعاعیں تیز اور مرض میں کمزور ہوتی ہیں اور بعض اطباء نے ان شعاعوں سے طبی تجربات میں کام لینا چاہا ہے۔

(اخبار پیغام مسلم)

اخبار نسوانستان کی توسیع اشاعت میں سرگرم کوشش کیجئے۔ مینجر

خبریں

کیا انور پاشا ہلاک ہو گئے

نیویارک۔ ۱۹ اگست۔ ماسکو سے خبر آئی ہے کہ سوویٹ گورنمنٹ کو معلوم ہوا ہے کہ انور پاشا بخارا مشرقی میں ایک میدان جنگ میں مردہ پائے گئے وہ خاکی وردی پہنے ہوئے تھے اور سنگینوں کے پانچ زخم ان کے جسم پر پائے گئے۔ وہ بالشویکوں کے خلاف جنگ کر رہے تھے۔

برلن ۱۹ اگست۔ انور پاشا کی وفات کی خبر کے متعلق اخبارات نے ماسکو کے بیانات شائع کئے ہیں کہ وہ لوردو پیٹرو سک میں بحیرہ کیسپین کے مغرب میں ہلاک ہوئے۔ لیکن ماسکو میں افواہ ہے کہ بالشویکوں کے آدمیوں نے انہیں قتل کیا۔

مگر ان کی وفات کی خبر ابھی تک تصدیق نہیں ہوئی ہے۔ انور پاشا کی بیوی اور تین بچے برلن میں رہتے ہیں ان کو اس واقعہ کے متعلق کوئی خبر نہیں ملی۔

آئرلینڈ میں خانہ جنگی

لندن ۱۸ اگست۔ گو کہ ابھی خود شیا رکٹ و کنوک کے فتح ہو جانے سے بے ضابطہ فوج کی طاقت مزاحمت معلوم ہوتا ہے کہ ختم ہو چکی۔ اب جمہوری فوج پہاڑوں کی طرف بھاگ گئی ہے۔ ساتھ ہی تین بنکوں پر حملے کر کے وہ ۳۰۰۰ پونڈ لے گئے۔ باشندگان ڈبلن ساری رات برہنہ وتروں اور بجک سے اڑنے والے دستی بموں کی آوازوں سے پریشان رہے۔ بیکار پیش بنکوں پر حملے کر رہے تھے۔ مگر بھگا دیئے گئے۔

نئی جنگی چال

لندن ۱۹ اگست۔ بے ضابطہ فوج نے نئی جنگی چال اختیار کی ہے یعنی تیس تیس چالیس چالیس آدمیوں کے دستے بلا کر وشمن کو پریشان کرتے ہیں۔ وہ شہروں اور چھاؤنیوں پر حملے کر کے بھاگ جاتے ہیں۔

ڈبلن میں جنگ

لندن ۱۹ اگست۔ ڈبلن میں پھر بھاری جنگ ہوئی جو ساری رات جاری رہی۔ جیب کترے کریاں چلانے والوں اور کلدار توپیں چلانے والوں نے فری سٹیٹ کی فوجی چوکی پر حملہ کیا۔ لیکن ان کا منصوبہ پورا نہ ہوا آج بازاروں میں سنتری کھڑے کئے گئے ہیں۔

ریل کا پل اڑا دیا

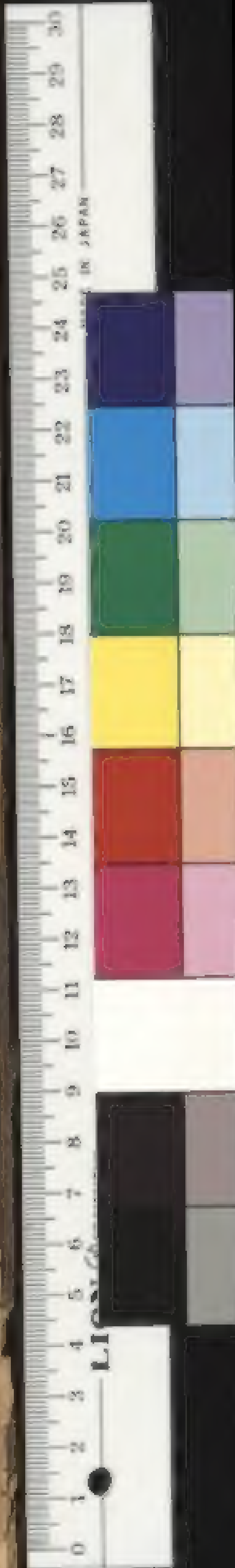
لندن ۱۹ اگست۔ کیری کے اکثر گھروں میں فاقہ مستی کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ جمہوری فوج نے ریلوے لائن توڑ دی اور پل اڑا دیئے۔ اس سے سامان خوراک باہر سے نہیں آ سکتا۔ حال میں دریا سے کراس کا رہا ہے پل انہوں نے اڑا دیا۔ ٹرالی اور کلدار کے بیچ لائن کی تعمیر کئی مہینوں میں مکمل ہو سکے گی۔

مسئلہ مشرق قریبہ

لندن ۱۹ اگست۔ برطانیہ نے فرانس کے ایک مراسلہ کا جواب بھیجا ہے۔ جس میں فرانس نے لکھا تھا مسئلہ مشرق قریبہ کا تصفیہ اس طرح کیا جائے ترکی اور یونان کے نمائندے بھی کانفرنس میں شریک ہوں۔ معلوم نہیں کہ برطانیہ نے کیا لکھا ہے

قبائل ایران کا سرکاری فوج پر حملہ

طہران ۱۸ اگست۔ گورنمنٹ ایران کی فوج کے ۲۰۰ سپاہیوں کا ایک دستہ اصفہان سے عربستان کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ راستہ میں اس پر کوہگلو قبیلے نے حملہ کیا۔ سرکاری فوج کے سو آدمی مارے گئے ایک توپ اور تمام اسلحہ اور سامان لوٹا گیا۔ باقیماندہ آدمی اصفہان کو پسپا ہو گئے۔ سکوی کی جنگ کے بعد سرکاری فوج اور امیر کی ہمت ٹوٹ گئی ہے۔



مجھ کو معلوم جو ہوتا کہ وطن کا گھر ہے
میں نکلتا نہ کبھی جانب دنیا ہو کر

یاد آئی ہے تری دل میں اٹھا ہے طوفان
اشک جاری ہیں مری آنکھوں سے دریا ہو کر

بادِ عارض سے شب تار میں چمکا کیا
داغ دل میرا چراغ شب یلدا ہو کر

چشم جاناں کا تصور جو چمن میں تھا مجھے
پھول آنکھوں میں رہے نرگس شہلا ہو کر

ہے یقیں موتیوں سے دامن سائل بھر جائے
مسکرا کر جو چلیں وہ لب دریا ہو کر۔

رنگ رخسار حسیناں چمن پر ہے فدا
سوئے باد صبا محو تماشا ہو کر

اس کی قدرت سے کھلے پھول چمن میں کیا کیا۔
رہ گئی باد صبا محو تماشا ہو کر

کھیل کچھ پردۂ دنیا کا حقیقت میں نہ تھا
رہ گیا آنکھوں میں تجلی کا تماشا ہو کر

جامہ زیبی پہ نہ اترائیں بہت گل اپنی
رنگ دو دن میں اتر جائیگا میلا ہو کر

نئی پوشاک پہنتے ہیں جو ارباب چمن
جب لباس ان کا اتر جاتا ہے میلا ہو کر

کوچۂ یار کی خاک اس پہ جو اڑ کر پہنچی
حسن دامان صبا بڑھ گیا میلا ہو کر

باغ میں لاکھ صبا خاک اڑائے آ کر
رو ئے گل حسن میں کم ہوگا نہ میلا ہو کر

حالت فقر میں بھی اہل ہنر ہیں زردار
جامۂ گل ہوا کم قدر نہ میلا ہو کر۔

اے صبا دھوم نہ کیوں باغ جہاں میں ہو تری
زمزمہ سنج ہے تو بلبل شیدا ہو کر۔

نورافشاں کے لئے خریدار دیجئے۔

شیرنی کا دودھ

گزشتہ سے پیوستہ

جب انہیں وجہ دل لگی اپنے احباب کی طرف سے گال کا جواب گالی اور سلام کا جواب ارتھی ملتا تو پھر جامے میں پھولے نہیں سماتے اور اپنی اس بیہودہ بہادری کو آپ ہی سکہ مان لیتے ہیں اور شیری کی جگہ اپنی شان میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتے۔ لیکن خدا نہ یہ ناگمیں آسمان کی جانب اٹھا کر نہیں سوتے۔ تا ہم اونٹ سے پڑے ہوئے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ جب وہ دودھ پیٹ میں اتر کر اور معدہ میں پہنچ کر اپنی بہیمی طاقت کا جوہر دکھاتا ہے تو اس کے زہر اثر کرنے والی کا جی گھبراتا اور متلاتا ہے۔ اور چند ہی منٹوں میں سب کھایا پیا باہر نکل آتا ہے۔ کوئی نالی پر اوندھا پڑا ہوا کراہتا نظر آتا ہے۔ کوئی چارپائی پر اوندھا پڑا ہوا اوکتا رہتا ہے۔ کوئی فرش ہی پر دونوں گھٹنوں کے بیچ میں گردن دیئے ہوئے اوندھا پڑا ہوا اور پیٹ کی غلاظت منہ کے رستے نکالتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ اوندھے کیوں پڑے ہوئے ہوتے ہیں اس کا اوندھا پڑے رہنا دو معنے رکھتا ہے۔ اول تو تے کرنے کی خاص غرض سے۔ کیونکہ پیٹ دل و دماغ کے ساتھ یہ دودھ ایک جنگ اور طلاطم بپا کئے رکھتا ہے۔ جو تا بہ میرے خیال میں اگر یوں کہہ لیا جائے تو بہتر ہوگا کہ شیرنی تو اپنی بہادری پہ نازاں ہو کر آسمان کو اپنی ٹانگوں پہ روکنے کی غرض سے ٹانگیں اوپر کر کے سوتا ہے اور اس دودھ کے استعمال کرنے والے اپنی بہادری یا اس دودھ کی طاقت پر فاخر ہو کر اس غرض سے اوندھے پڑے رہتے ہیں کہ آسمان کو سنبھالا ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا تو اس دودھ کے پینے والوں پر بالکل دو بھر ہوتا ہے۔

کلامی۔ بدتہذیبی۔ بے لگامی بیہودہ گوئی۔ لاف زنی فضول کا ابتذال پن۔ زبان میں لکنت۔ رفتار میں لڑکھڑاہٹ وغیرہ سب کچھ اس دودھ کی طاقتوں کے نام ہیں۔

مجھے ایک چشم دید واقعہ یاد ہے جو ناظرین کی ضیافت کے لئے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

چند سال گذرے کہ بندہ شملہ میں بازار سے تقریباً دو ڈھائی میل کے فاصلے پر رہا کرتا تھا۔ موسم سرما میں جبکہ برف شدت سے پڑی ہوئی تھی سڑکوں پر برف کے تودے لگے ہوئے تھے اور دکانوں اور مکانوں کے چھتوں کی برف بھی پھسل پھسل کر سڑکوں پر ڈھیر ہو گئی تھی۔ میونسپل کمیٹی کے قلیوں نے سڑکوں کے ہر دو اطراف میں برف کے انبار لگا کر بیچ میں صرف اس قدر راستہ کھول دیا تھا کہ رستہ چلنے والے ایک ایک کر کے آگے پیچھے ہو کر چل سکیں اور جو ناجب گرتی جاتی تھی وہ بھی انبار دوں پر نبار کر دی جاتی تھی۔ اور ایک آدمی کے گذرنے کے قابل راستہ کھول دیا جاتا تھا۔ ہر دو اطراف میں سڑک پر کم از کم چار چار فیٹ سے کم برف کے لشتے نہ تھے۔ ایک دن شام کا ذکر ہے کہ بندہ فرصت فراغت پاکر بازار کو چلا گیا بازار پہنچا ہی تھا کہ برف پھر زور سے گرنی شروع ہو گئی۔ جس کے باعث بازار ہی میں بندہ رات کے آٹھ بجے تک رکا رہا۔ جب برف اس وقت تک بھی بند نہ ہوئی تو ناچار اپنے مکان کو روانہ ہوا۔ میرے پیچھے اسی تنگ راستے پر ایک دھوبی صاحب شیرنی کے دودھ کی پوری پوری طاقت سے معمور ہوئے جھومتے چلے آرہے تھے اور یہ مصرعہ ان کی زبان پر جاری تھا۔ جب آپ عجب لہو سے جاتے چلے آرہے تھے بیچ آنکھ پر ترکش بانکے گئے جو دونوں کے تیر نہ۔

(باقی آئندہ)

ضرورت

چند بڑی کمپونڈروں اور دایہ کی ضرورت ہے جو کہ چند ماہ میں ہومیوپیتھک ڈاکٹروں کا کام سیکھ کر جائے پاس ہی مستقل ملازمت کریں۔ تنخواہ بعد سیکھ جانے کے شروع ہوگی۔ تمام درخواستیں بمع روانہ کے ٹکٹ کے آنی چاہئیں۔ مسز ایم جلش انچارج فیمیل برانچ نسری کرشن ہسپتال۔ گوجرانوالہ

ضرورت

ایک بی۔ اے۔ وی با تجربہ کار ایس۔ وی ہستانی کی انبالہ گرلس مڈل سکول کی ٹریننگ کلاس کے لئے ضرورت ہے۔ درخواستیں ذیل کے پتہ پر بھیجنی چاہئیں۔ مس سی۔ ایل نیوٹن پرنسپل گرلس مڈل سکول انبالہ شہر

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور بہت اعلیٰ مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما فراخ کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے استاد صاحبان لایق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

ضلع گورداسپور

کرسچن میوچوایل پروویڈنٹ فنڈ لمیٹڈ لاہور

۱۲/۵

مسیحیوں کا اپنا بیمہ فنڈ ہے جس میں ہر قوم ملت اور فرقہ کے مسیحی کا بیمہ کیا جاتا ہے منافع کے لحاظ میں میرا ان فنڈ ہی ہیں (رسالہ تحقیقات پانچ سال میں میں ہزار روپیہ کا منافع ہوا) اخراجات بہت ہی کم کئے گئے ہیں یعنی کہ ڈائرکٹران فنڈ بلا معاوضہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ زندگی کا بیمہ تین اقسام میں منقسم ہے بیواؤں اور یتیموں کے لئے پنشن بچوں کے لئے تعلیمی وظائف۔ بڑھاپے کی پنشن۔ کم حیثیت اشخاص کے لئے چار آنہ ماہوار تک بیمہ کیا جاتا ہے۔ رقوم چندہ مقابلۃً کم رکھی گئی ہیں۔ اڑھائی لاکھ روپیہ منظور اور رقم حق رسی اب تک ادا کیا جا چکا ہے۔ سرمایہ قریباً تین لاکھ زر ضمانت قریباً سوا لاکھ سرکار میں جمع ہے۔ ہر شہر و قصبہ میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ مفصل حالات کے لئے ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کریں۔

فیلڈ سکرٹری (پنجاب)

کرسچن میوچوایل پروویڈنٹ فنڈ لاہور

شرح اُجرت اشتہارات

مقدار اشتہار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
کالم کا ۱/۴ حصہ	عہ	عــہ	عــہ
چوتھائی کالم	عــہ	عــہ	للعــہ
نصف کالم	عــہ	للعــہ	معــہ
پورا کالم	للعــہ	معــہ	ما
پورا صفحہ	ا	اصــہ	سا

سہ ماہ سے کم مدت کیلئے ہر ایک دفعہ ۲ آنہ فی سطر لیکن کوئی اشتہار ۸ سے کم نہ لیا جائیگا

کرسچن بوائز بورڈنگ سکول لودھیانہ

۱۸۹۸ء سے قائم ہے

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصہ سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۲۳ء سے تین جماعتیں زیر نگرانی ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے

مسیحی لڑکے طالب علم اعلیٰ حصول تعلیم شہر مشن ہائی سکول میں داخل ہوتے ہیں۔

خرچ خوراک فی طالب علم چھ روپیہ ماہوار اور بارہ روپیہ فی کس سے لیکر سات روپیہ ماہوار ہے۔

کلاس فیس سرکاری فیس کا نصف ہے۔ متفرق خرچ اخراجات کے لئے چھ روپیہ ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور فیچر وغیرہ اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جو لڑکا ماہوار سے ماہانہ کر دکھلائے گا ... تک مل سکتا ہے مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

مژدہ

منیجر نورافشاں کی طرف سے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جو خریدار ایک نیا خریدار نورافشاں بنا کر اُس کا پتہ منیجر کے دفتر میں بھیج دیوے اور اُن کے نام پر نورافشاں کم از کم ایک سال کے لئے جاری کرا دیوے تو ایسے خریدار کو ایک ماہ مفت اخبار دیا جائیگا۔

منیجر نورافشاں

پادری جے سی آرٹ صاحب ایم اے منیجر نورافشاں ایجنسی رنگ محل کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دایون چند صاحب پرنٹر چھپا۔